پروفیسر خالد علوی

رسولِ اکرمؐ بحیثیت سربراہِ خاندان

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نے انسانی زندگی کا جو کامل نمونہ پیش کیا ہے اس کا ایک پہلو آپ کی خانگی زندگی بھی ہے ۔ تمام انبیا میں سے یہ مجد و کمال صرف آپ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کی تمام جزئیات کو محفوظ رکھا گیا ہے ۔ ۲۳ برس تک مسلسل جدوجہد کرنے والے داعی اسلام اور تاریخِ انسانی کا عظیم ترین انقلاب بپا کرنے والے مصلح کی شخصیت کا یہ پہلو حیران کن ہے کہ اس عظیم ہستی کی حیاتِ مبارکہ کے کسی گوشے کو غیر متوازن نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس مصروف ترین شخصیت نے تمام اجتماعی و انقلابی ذمہ داریوں کے باوجود اپنی گھریلو زندگی کو انتہائی خوش گوار رکھا اور آپ نے سربراہِ خاندان کی حیثیت میں جو اسوہ چھوڑا ہے اس میں لطیف شخصی احساسات و انسانی جذبات بھی کارفرما نظر آتے ہیں، اور ایک ایسا روحانی و اخلاقی نظم و ضبط بھی دکھائی دیتا ہے جو ان جذبات و میلانات کو ہموار و متوازن رکھتا ہے بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ قائد کی زندگی میں بشری عنصر معدوم ہونا چاہیے یا اس کا تناسب کم از کم ہوتا کہ اسے معجزاتی و الوہی بنانے میں دقت نہ ہو۔ لیکن اسلام نے انسانی احساس کو زندگی کی حقیقت قرار دیا ہے اور مناسب حدبندیوں کے ساتھ اسے برقرار رکھنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اگر انسانی معاشرہ ملائکہ و جنات پر مشتمل نہیں ہے اور اس میں محض انسان بستے ہیں تو اسے ایسی رہنمائی درکار ہے جسے انسانی کہا جا سکے اور اسے اختیار کرنے میں تکلیف ما لایطاق محسوس نہ ہو۔ لہٰذا اس رہنمائی کے حصول میں انسانی برادری بالعموم اور اسلامی معاشرہ بالخصوص اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شدید محتاج ہے۔

اسوۂ مبارکہ کی تفصیلات عرض کرنے سے پہلے خاندان اور اس کی ہیئت ترکیبی کے بارے میں چند کلمات عرض کرنا ضروری ہے:

خاندان ایک قدیم ترین معاشرتی ادارہ ہے۔ علمائے معاشرت نے اسے پوری انسانی زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے اور اس کی تنظیم و استحکام پر مفصل بحث کر کے اظہارِ خیال کیا ہے۔[1] ماہرینِ عمرانیات خاندان کی ہیئت ترکیبی، اس کی تنظیم، استحکام اور افادیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں، ماسوائے تکنیکی امور کے ان کا تقابل پیغمبرِ انسانیت کے ارشادات و اعمال سے کیا جائے تو قرآن کا یہ دعویٰ احق معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ کی سیرتِ مبارکہ ہر دور کے لیے متاعِ رشد و ہدایت ہے۔ خاندان معاشرتی ادارہ کے طور پر اگرچہ مختلف مراحل سے گزرا ہے[2] لیکن عصرِ حاضر کی انفرادیت پسندی نے اسے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ تہذیبِ حاضر کے پروردہ حضرات بھی اس صورتِ حال سے سخت خوف زدہ ہیں۔ امریکی مصنفین خاندانی انتشار کے ان ہلاکت خیز رجحانات کا ذکر اپنی تحریروں میں کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عصرِ حاضر کا معاشرہ زوال پذیر ہے۔ کیونکہ اس کا خاندانی نظام منتشر ہو رہا ہے[3] عجیب بات یہ ہے کہ وہ لوگ تو خاندانی نظم کے بگاڑ سے پریشان ہیں اور اصلاح و استحکام کی تدبیریں سوچ رہے ہیں اور ہم اس بگاڑ کی نقالی کر رہے ہیں۔ ان حالات میں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نقطۂ نظر اور رویے کا جائزہ لیں اور اس کی اصلاح کریں۔

علمائے معاشرت نے خاندان کے عناصرِ ترکیبی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں بنیادی اکائی مرد و عورت ہیں۔ اس کے بعد اولاد، والدین اور رشتہ دار وغیرہ آتے ہیں۔ خاندان کے استحکام کا دارومدار اس امر پر ہے کہ اجزائے ترکیبی باہم دگر کس حد تک مربوط ہوتے ہیں۔ نیز انسانی نقطۂ نظر سے ان کا کیا مقام ہے؟ حضورؐ کی سیرت میں خاندان کے استحکام اور تنظیم کے بارے میں آپ کی تعلیمات اور طرزِ عمل کا مطالعہ بہت مفید اور سبق آموز ہوگا۔ آپؐ نے سربراہِ خاندان کی حیثیت سے خاندان کے تمام عناصر کو مجتمع رکھنے اور ان سے حسن سلوک کرنے کا جو معیار قائم کیا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دورِ حاضر میں خاندان کو مستحکم رکھنے کے لیے حضور اکرمؐ کی سیرت

---

[1] BENSON, RELIGION IN CONTEMPORARY CULTURES CHAP, 777.

[2] E.H. BARNESS, SOCIAL INSTITUTIONS, 62.

[3] Ibid., 611.

کے سوا انسانیت کے لیے فکر و عمل کا کوئی نمونہ بھی پیروی کے قابل نہیں۔ آپؐ نے خاندان کو انتشار سے بچانے اور اسے استحکام بخشنے کے لیے باہمی حقوق و فرائض کا ایسا سلسلہ قائم کر دیا جس پر عمل پیرا ہو کر انفرادیت پسندی، عدم اطمینان، پریشانی اور انتشار جیسے معاشرتی امراض کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام فرد اور جماعت کے تعلق میں جس توازن و اعتدال کا علم بردار ہے اس کا تقاضا ہے کہ خاندان کی حیثیت ایک اجتماعی اکائی کے طور پر قائم رہے تاکہ اجتماعی تربیت کا ابتدائی مرکز وسیع تر اجتماعی شعور اور فلاح کے لیے مؤثر کردار ادا کرے۔ حضور اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ میں خاندان کے جملہ عناصر ترکیبی مثلاً والدین، ازواج، اولاد، اقربا اور غلاموں کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔

والدین

والدین اگرچہ خاندان کے ضمن میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں لیکن نبی اکرمؐ کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کا موقع میسر نہیں آیا کیونکہ آپ اس سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ البتہ ایک آدھ روایت میں آپ کے اس طرزِ عمل کا ذکر ملتا ہے جو آپ نے اپنی رضاعی والدہ یا بہن سے کیا۔[۵] قرآن و سنت نے والدین کے سلسلے میں انتہائی اہم تعلیمات دی ہیں جنھیں ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ قرآن و سنت میں والدین کے ساتھ "احسان" کی جامع اصطلاح استعمال ہوئی ہے جس کے معنی حسن سلوک کے ہیں۔ اس میں معاشی اور معاشرتی نگہداشت بھی شامل ہے اور اطاعت بھی۔ نبی کریمؐ نے والدین کے بلند مرتبے کو اسلامی معاشرے میں مستحکم کیا۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ لازم قرار دیا کہ وہ والدین سے حسن سلوک کریں۔ قرآن پاک نے اطاعتِ خداوندی کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کو اولیت عطا کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندك الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما ٥ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیٰنی

---

[۵] ابو داؤد "کتاب الادب" "باب بر الوالدین"، ج ۳۲، ص ۶۴۱

صغیراً[۵]

اور تیرے رب نے حکم دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا۔ اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیساکہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا اور پرورش کیا ہے۔

واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احسانا ...[۶]

اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور تم والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین[۷]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجیے کہ جو کچھ مال تم کو صَرف کرنا ہو تو اس میں ماں باپ کا اور رشتہ داروں کا حق ہے۔

حضور اکرمؐ نے مختلف مواقع پر والدین کی اس حیثیت کی وضاحت فرمائی ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رضی الرب فی رضی الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد[۸]

عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہؐ نے فرمایا: رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی خفگی والد کی خفگی میں ہے۔

عن ابی امامۃؓ: ان رجلاً قال یا رسول اللّٰہ ما حق الوالدین علی ولدھما؟ قال ھما جنتك و نارك[۹]

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہوتا ہے؟ فرمایا وہ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں!

---

[۵] بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴ [۶] النساء: ۳۶ [۷] البقرہ: ۲۱۵

[۸] مشکوٰۃ المصابیح "کتاب الادب باب البر والصلۃ" ص ۴۱۸ - [۹] ایضاً

قرآن پاک نے والدہ کا خصوصی ذکر کیا ہے[10] اور اسی طرح رسولِ اکرمؐ نے بھی والد اور والدہ کے لیے الگ الگ ارشادات فرمائے ہیں:

عن عمرو بن العاص: انہ اتاہ رجل فقال یا رسول اللہ ان لی مالاً و ولدا ان وان ابی یحتاج الی مالی فقال انت ومالک لابیک۔[11]

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور صاحبِ اولاد ہوں اور میرا والد میرے مال کی حاجت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ تم بھی اپنے باپ کا مال ہو اور تمھاری متاع بھی۔

قال ابوالدرداء سمعت رسول اللہ یقول الوالد اوسط ابواب الجنۃ فان شئت فضیع او احفظ۔[12]

ابو درداء کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں کا درمیانی حصہ ہے اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا حفاظت کرے۔

عن ابی ھریرۃ: قال قال رجل۔ یارسول اللہؐ، من احق بحسن صحابتی؟ قال امک قال ثم من؟ قال امک؟ قال ثم من؟ قال امک، قال ثم من؟ قال ابوک۔[13]

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ بولا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، بولا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔ بولا پھر کون؟ فرمایا: تیرا والد۔

عن المغیرۃ: قال قال رسول اللہؐ۔ ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و منع الوھات وواد البنات۔[14]

---

[10] لقمان: ۱۵، الاحقاف: ۱۵

[11] "مشکوٰۃ المصابیح" کتاب الادب باب البر والصلۃ، ص ۴۱۸۔ [12] ایضاً

[13] بخاری کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ج ۴، ص ۴۳۔

[14] ایضاً، باب عقوق الوالدین، ج ۴، ص ۳۵۔

مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ! اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ گاڑنا حرام ٹھہرایا ہے ۔

نبی کریمؐ کے ارشادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خاندان میں والدین کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔ والدین کو پوری عزت و وقار نہ دینے سے خاندانی نظم برقرار نہیں رہتا ۔ گو آپؐ کو عملاً والدین کی معیت اور ان کی خدمت کرنے کا موقع نہیں ملا ، تاہم آپؐ نے کمال حکمت سے ان کی حیثیت متعین فرمادی ۔ ان احکام کی موجودگی میں اسلامی معاشرے کے لیے گریز کی کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے ۔ سربراہِ خاندان کی حیثیت سے آپ کے طرزِ عمل کی صحیح صورت آئندہ سطور سے زیادہ واضح ہوگی ۔ کیونکہ ازواج ، اولاد ، اقربا اور غلاموں کے سلسلے میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی تفصیلات موجود ہیں ۔

مثالی شوہر

خانگی زندگی میں سب سے پہلا تعلق خاوند اور بیوی کا تعلق ہے ۔ آپؐ نے ایک سے زائد نکاح کیے [۱۵] اور تمام ازواج سے مثالی حسنِ سلوک کیا ۔ خاوند کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بیوی کو سکون ، اعتماد اور تحفظ مہیا کرے ۔ نبی کریمؐ نے پہلی شادی کی [۱۶] تو آپ کی عمر پچیس برس تھی ۔ اعلانِ نبوت تک آپ نے پُرسکون گھریلو زندگی گزاری ۔ گو اس دور کی زیادہ تفصیلات مہیا نہیں ، تاہم اعلانِ نبوت کے موقع پر حضرت خدیجہؓ کا طرزِ عمل اس تعلق کے اخلاص کو ظاہر کرتا ہے [۱۷] ۔ حضورؐ کی عائلی زندگی کے مطالعے کے لیے مندرجہ ذیل نکات پیش کیے جا رہے ہیں :

۱ ۔ وفادار شوہر
۲ ۔ حقوق کا خیال
۳ ۔ خانگی زندگی کے بشری مظاہر ۔
۴ ۔ تنظیم امور

---

۱۵ ابنِ سعد ، ج ۸ ، ص ۵۲ ،

۱۶ ابنِ سعد ، ج ۱ ، ص ۱۳۲ ۔ ابن ہشام ، ج ۱ ، ص ۱۹۸

۱۷ ابن ہشام ، ج ۱ ، ص ۱۹۵ ۔

وفادار شوہر

میاں بیوی کے تعلق میں بنیادی چیز وفا کا وہ رشتہ ہے جو جانبین کو ایک دوسرے سے مربوط رکھتا ہے۔ آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ میں یہ وصف بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ وفا کا اولین اظہار حضرت خدیجہؓ کے ضمن میں ہوتا ہے۔ آپؐ کو حضرت خدیجہؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ جب وہ عقد میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس تھی[18] نکاح کے بعد پچیس برس تک زندہ رہیں اور ان کی زندگی میں آنحضرتؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ رضؓ کی ہم نشین عورتوں کے پاس گوشت بھجواتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ گو میں نے خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پہ رشک آتا اتنا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرتؐ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پہ آپؐ کو رنجیدہ کیا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا: کہ "خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے"[19] امام بخاری نقل کرتے ہیں:

عن عائشۃ: قالت ماغرت علی امرأۃ للنبیؐ ماغرت علی خدیجۃ ھلکت قبل ان یتزوجنی لما کنت اسمعہ یذکرھا وامرہ اللہ ان یبشرھا ببیت من قصب وان کان لیذبح الشاۃ فیھدی فی خلائلھا منھا مایسعھن[20]

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے: وہ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آتا ہے اتنا حضورؐ کی کسی بیوی پر نہیں آتا۔ حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ اس وجہ سے کہ میں اکثر آپ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو حکم دیا تھا کہ حضرت خدیجہ کو (جنت میں) سوتی کے محل کی بشارت دیں۔ اور آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہ کی ملنے والیوں کو اس میں سے بقدرِ کفایت تحفہ بھیجتے تھے۔

وعنھا: قالت ماغرت علی احدٍ من نساء النبی ماغرت علی خدیجۃ وما

---

[18] ابن سعد، ج ۱، ص ۱۳۲۔ ابن ہشام، ج ۱، ۹۵۔

[19] مسلم کتاب الفضائل، فضائل خدیجہ، ج ۲ (مطبوعہ کراچی)، ص ۹۰۔

[20] بخاری، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلھا، جلد ۲، ص ۲۱۶۔

رأيتها ولكن كان النبيؐ يكثر ذكرها وربما ذبح الشاة ثم يقطعها أعضاء ثم يبعثها في صدائق خديجة فربما قلت له كأنه لم يكن في الدنيا امرأة الا خديجة فيقول انها كانت وكانت وكان لي منها ولد۔[21]

عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آتا ہے اتنا رسول اللہ کی کسی بیوی پر نہیں آتا۔ حالانکہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں تھا لیکن رسول اللہؐ ان کا بکثرت ذکر کرتے اور اکثر آپ کوئی بکری ذبح فرماتے، پھر اس کے ایک ایک عضو کو جدا جدا کرتے، پھر اسے خدیجہؓ کی ملنے جلنے والیوں میں بھیج دیتے۔ اور کبھی میں آپؐ سے کہہ دیتی کہ دنیا میں خدیجہؓ کے سوا اور عورت ہے ہی نہیں تو آپ فرماتے ہاں وہ ایسی ہی تھیں اور ان ہی سے میری اولاد ہوئی ہے۔

عن عائشة: قالت استأذنت هالة بنت خويلد اخت خديجة على رسول الله فعرف استئذان خديجة فارتاع لذلك فقال اللهم هالة قالت فغرت فقلت ما تذكر من عجائز قريش حمراء الشدقين هلكت في الدهر قد ابدلك الله خيرا منها۔[22]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے آنحضرتؐ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے خدیجہؓ کا اجازت مانگنا سمجھا اور آپ (ان کی یاد سے) لرزنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا! خدایا یہ تو ہالہ ہیں۔ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ مجھے بڑا رشک آیا، تو میں نے کہا ایک سرخ رخسار والی قریشی بڑھیا کو آپ کیا یاد کرتے ہیں۔ جسے مرے ہوئے بھی زمانہ بیت گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بدل عطا فرمایا ہے۔

ابن عبدالبر نے حضورؐ کا جواب بھی نقل کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے عائشہؓ کے جواب میں فرمایا:

آمنت بي حين كفر بي الناس وصدقتني حين كذبني الناس واشركتني في مالها حين حرمني الناس ورزقني الله ولدها وحرم ولد غيرها۔[23]

---

[21] بخاری، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلہا، ج ۲، ص ۲۱۶۔ [22] ایضاً۔

[23] "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی حاشیۃ الاصابہ"، ج ۴، ص ۲۷۹۔ "الاصابہ"، ج ۴، ص ۲۷۵۔

یعنی جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انھوں نے تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں۔ جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انھوں نے میری مدد کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد دی اور اس کے سوا سب کو اس سے محروم رکھا۔

حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ ایک بار حانہ مزنیہ آنحضرتؐ سے ملنے آئی۔ نبی اکرمؐ نہایت مہربانی سے اس سے دریافت فرماتے رہے کہ ہمارے بعد تمھارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی شفقت سے حضور باتیں فرماتے رہے؟ فرمایا، خدیجہ کی سہیلی ہے۔ اسے خدیجہ کے ساتھ بہت محبت تھی۔[۲۴] آنحضرتؐ کے داماد حضرت ابوالعاص جنگِ بدر کے اسیروں میں آئے تھے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو (جو ان کی زوجہ تھیں اور مکہ میں تھیں) کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں ان کو ایک قیمتی ہار دیا تھا۔ حضرت زینب نے زرِ فدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آگیا۔ آپ بے اختیار رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا کہ تمھاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کردو۔ سب نے تسلیم کی گردنیں جھکا دیں اور ہار واپس کردیا۔[۲۵] حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد نکاح کیے اور سب کے ساتھ محبت و وفا کا تعلق اس طرح قائم رکھا کہ کسی کو شکایت کا موقع نہیں ملا۔ حضرت عائشہؓ سے بہت محبت تھی لیکن یہ محبت دوسری ازواج کی حق تلفی کا باعث نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے آخری مرض کے ایام میں تمام ازواجِ مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کیے۔[۲۶] آنحضورؐ کی وفا اس لحاظ سے اور بھی بے نظیر ہے کہ آپ کثیر الازواج تھے مگر کسی زوجۂ محترمہ کو بھی احساسِ بیگانگی نہیں ہوا۔

---

۲۴ "الاستیعاب"، ج ۴، ص ۲۷۱۔ "الاصابہ"، ج ۴، ص ۲۶۴۔

۲۵ ابن ہشام ج ۲، ص ۳۰۸۔ الاصابہ، ج ۴، ص ۳۰۹؛ ذکرِ زینب "الاستیعاب علی حاشیۃ الاصابہ" ج ۴، ص ۳۰۸۔

۲۶ بخاری، ج ۳، ص ۶۶، باب مرض النبیؐ۔

حقوق کا خیال

نبی کریم کی ایک سے زائد بیویاں تھیں - ایسے میں ان کے حقوق کا لحاظ ان کے درمیان عدل و توازن آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو مثالی حیثیت رکھتا ہے - بیوی کے تعلق میں معاشرتی حیثیت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے - خاوند اگر بیوی کو اپنے گھر میں عزت سے نہیں رکھتا تو گھر کا نظام مستحکم نہیں ہوسکتا - آپ نے نہ صرف یہ کہ اپنی ازواج مطہرات کے وقار کو ملحوظ رکھا بلکہ عورت کو بیوی کی حیثیت میں بلند مقام عطا کیا - آپ کے عمل اور آپ کے ارشادات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے - آپ کا اسوہ دراصل قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہے :

وعاشروھن بالمعروف[۲۷]

اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو -

آپ کے ارشادات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اخلاق و کردار کا پتہ اس کے اس عمل سے چلتا ہے جو وہ اہل خانہ سے روا رکھتا ہے - آپ نے فرمایا :

عن عائشة : قالت قال رسول اللہ : خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی[۲۸]

عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں -

وعنھا : قالت قال رسول اللہ ان من اکمل المؤمنین ایمانًا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ[۲۹]

عائشہ رضؓ کہتی ہیں - رسول اللہ صؐ نے فرمایا : مومنین میں سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر اور گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو -

---

۲۷ النساء : ۱۹ ۲۸ ترمذی ، ابواب المناقب ، باب فضل ازواج النبیؐ ج ۲ ، ص ۲۲۷ ، ابن ماجہ ج ۱ ، ص ۶۳۶ ، باب حسن معاشرۃ النساء ، عن ابن عباس -

۲۹ ترمذی ، کتاب الایمان باب ما جاء فی استکمال الایمان ، ج ۲ ، ص ۲۱۹ -

عن ابی ھریرۃ: قال قال رسول اللہ ﷺ اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم [۳۰]

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا - مومنوں میں سے کامل ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو: قال قال رسول اللہ ﷺ خیارکم خیارکم لنسائھم [۳۱]

عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔

اس حسنِ سلوک کو آنحضرتؐ نے عملی زندگی کی ایک عمدہ تشبیہ کے ساتھ بیان کیا ہے:

عن ابی ھریرۃ: قال قال رسول اللہ ﷺ - استوصوا بالنساء خیراً فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شیء فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیراً [۳۲]

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سے سب سے ٹیڑھی چیز اس کے اوپر کا حصہ ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ دے گا اور اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دے گا تو ہمیشہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنا ہی مناسب ہے۔

اس حدیث میں ٹیڑھی پسلی کا ذکر استعارہ کی زبان میں کیا گیا ہے۔ یعنی کچھ باتیں ایسی ہیں جو عورت کی فطرت میں داخل ہیں اور انھیں اس کی فطرت سے نکالنا ظلم بھی ہے اور ناممکن بھی۔ مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ "حضورؐ نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جذبات کی فراوانی اور حسیات کی نزاکت اور انتہا پسندی کی جانب میل و انعطاف عورت کی فطرت میں ہے۔ اسی فطرت پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور یہ انوثت کے لیے عیب نہیں، اس کا حسن ہے۔ تم اس سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو اسے اس فطرت پر قائم رکھ کر ہی اٹھا سکتے ہو۔ اگر اس کو مردوں کی طرح سیدھا بنانے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے" [۳۳]

۳۰۔ مشکوٰۃ المصابیح "کتاب الادب، باب عشرۃ النساء، ص ۲۸۲۔

۳۱۔ ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۶۶، کتاب النکاح باب معاشرۃ النساء، ترمذی کتاب النکاح، باب ما جاء فی حق المرأۃ علیٰ زوجہا۔

۳۲۔ بخاری، کتاب النکاح باب المداراۃ مع النساء، ج ۳، ص ۱۸۳۔ مسلم، کتاب النکاح باب الوصیۃ بالنساء، ج ۲، ص ۹۱۔

۳۳۔ مودودی "پردہ" ص ۲۵۳۔

رسولِ اکرمؐ نے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا شاندار معیار قائم کیا۔ اپنی بیویوں سے آپ کو جو تعلقِ خاطر تھا اور آپ جس طرح ان سے اچھا برتاؤ کرتے تھے، اس کا اندازہ ان واقعات سے ہوتا ہے جو حدیث و سیرت کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں (جو پاس پاس تھے) تشریف لے جاتے۔ ایک ایک کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ جب ان کا گھر آتا جن کی باری ہوتی تو شب کو وہیں قیام فرماتے۔[۳۴] زرقانی میں ام سلمہ کے ذکر میں ہے کہ عصر کا وقت ہوتا تھا اور وہیں سے آغازِ قیام ہوتا۔[۳۵] بعض روایات میں ہے کہ جن کی باری ہوتی تھی انہی کے گھر پر تمام ازواجِ مطہرات آجاتی تھیں اور دیر تک قیام رہتا۔ پھر رات گئے سب رخصت ہوجاتی تھیں[۳۶] گو حضورؐ نے مدنی دور میں ازدواجی زندگی کو کچھ اور بنیادوں پر منظم کیا تھا[۳۷] تاہم آپ کا طرزِ عمل تمام معاملات میں معتدل و متوازن نظر آتا ہے۔ ذیل کی احادیث اس توازن کی نشاندہی کرتی ہیں:

عن عائشہؓ: ان رسول اللہ کان اذا سافر اقرع بین نسائہ۔[۳۸]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب سفر کرتے تو اپنی ازواج کے بارے میں قرعہ اندازی فرماتے۔

عن عائشہؓ قالت کان رسول اللہ ؐ یقسم بین نسائہ فیعدل ثم یقول "اللّٰھم ھذا فعلی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔"[۳۹]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنی بیویوں میں (وقت) تقسیم کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ اللہ یہ میرا کام ہے اس امر میں جس کا میں مالک ہوں جس امر کا تو مالک ہے اور میں نہیں، اس بارے میں مجھے ملامت نہ کر۔

۳۴۔ ابوداؤد، کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء ج۲، ص ۲۲۷، "زاد المعاد" ج ۱ ص ۳۹۔ باب فی ہدیہ فی النکاح ومعاشرتہ اہلہ۔

۳۵۔ زرقانی، علی المواہب۔ ۳۶۔ مسلم کتاب النکاح باب القسم بین الزوجات، ج۱، ص ۴۷۔

۳۷۔ مثلاً سیاسی مصلحتیں، دعوتِ اسلامی کو عورتوں میں متعارف کرانا اور اس کو وسعت و استحکام دینا۔ درحقیقت دیکھا جائے تو یہ حضورؐ کا ایثارِ عظیم تھا کہ آپ نے انسانی بھلائی کے مشن کو کامیاب کرنے کے لیے اپنی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آخری عمر میں عیالداری کا اتنا بوجھ اٹھایا۔ ملاحظہ ہو: "محسنِ انسانیت" ج ۲، ص ۲۸۹

۳۸۔ ابوداؤد، کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء ج ۲ ص ۲۲۷۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء ج ۱، ص ۶۳۴

عن عائشۃؓ : قالت لما کبرت سودۃ بنت زمعۃ وھبت یومھا لعائشۃ فکان رسول اللہ یقسم لعائشۃ یوم سودۃ[۴۰]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ام المومنین سودہؓ بنت زمعہ بوڑھی ہوگئیں تو انھوں نے اپنی باری کا دن عائشہؓ کو دلایا۔ سو حضورؐ سودہؓ کی باری کے دن عائشہؓ کے ہاں قیام فرماتے۔

عن عائشۃؓ : کان رسول اللہ اذا انصرف من العصر دخل علی نسائہ فیدنو من احداھن فدخل علی حفصۃ فاحتبس اکثر ما کان یحتبس[۴۱]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نماز عصر کے بعد اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور کسی کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے۔ ایک دن حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں معمول سے زیادہ دیر ٹھہرے۔

حضورؐ کو آخری دم تک یہ احساس تھا۔ چنانچہ آپ نے مرض الموت میں بھی اس امر کا اہتمام کیا کہ عائشہؓ کے گھر میں رہنے کے لیے دوسری ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی :

عن عائشۃؓ : ان رسول اللہ ؐ کان یسئل فی مرضہ الذی مات فیہ "این انا غداً ؟ این انا غداً ؟ یرید یوم عائشۃ فاذن لہ ازواجہ یکون حیث شاء فکان فی بیت عائشۃ حتی مات عندھا قالت عائشۃ فمات فی الیوم الذی کان یدور علیّ فیہ فی بیتی فقبضہ اللہ و ان رأسہ بین نحری وسحری[۴۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے مرض وفات میں اپنی بیویوں سے پوچھا کہ کل میں کہاں قیام کروں گا؟ آپ کی مراد یہ تھی کہ عائشہ کا دن کب ہوگا؟ اس پر تمام بیویوں نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ آپ نے میرے پاس قیام کیا اور میرے ہی پاس آپ کا وصال ہوا۔ جس وقت روح قبض ہوئی آپ کا سر مبارک میرے سینے اور گلے کے درمیان تھا۔

---

[۴۰] بخاری، کتاب النکاح باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا، ج ۳، ص ۱۸۷، ابوداؤد، کتاب النکاح، باب القسم بین النساء ج ۲، ص ۲۲۷ - ابن ماجہ، باب المرأۃ تھب یومھا لصاحبتھا۔

[۴۱] بخاری، باب دخول الرجل علی نسائہ فی الیوم ج ۳، ص ۱۸۸۔

[۴۲] ایضاً، باب اذا استأذن الرجل نساءہ فی ان یمرض فی بیت بعضھن ناذن لہ، ص ۱۸۸۔

معاشی حقوق

بیویوں کے حقوق میں معاشی تحفظ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن پاک نے ان کے مہر و نفقہ کا حکم دیا ہے:

واٰتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لكم عن شئ منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا[۴۳]

اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ بیویاں تم کو اس مہر کا کوئی حصہ خوش دلی سے چھوڑ دیں تو خوش گوار سمجھ کر کھاؤ۔

على الموسع قدره وعلى المقتر قدره[۴۴]

وسعت والے پر اس کی حیثیت کا اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کا۔

نبی اکرمؐ کے ان امور میں اہتمام کا ذکر احادیث میں بصراحت موجود ہے:

عن ابی سلمة: قال سألت عائشة رضؓ كم كانت صداق النبی قالت كان صداقه لازواجه اثنتی عشرة اوقية ونش قالت اتدری ما النش قالت نصف اوقية فتلك خمسة مائة درهم[۴۵]

ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی اکرمؐ کا مہر کتنا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کا مہر اپنی بیویوں کے لیے بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا۔ نش کو جانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا نصف اوقیہ اور سب ملا کر پانچ سو درہم ہوئے۔

عن عمر بن الخطاب: قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة فی الدنيا وتقوى عند الله لكان اولاكم بها نبی الله ما علمت رسول الله نكح شيئا من نسائه ولا انكح شيئا من بناته على اكثر من

۴۳؎ النساء: ۴۔ ۴۴؎ البقرہ: ۲۳۶۔

۴۵؎ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، ج ۲، ص ۴۳۱، ابو داود۔ کتاب النکاح، باب الصداق ج ۲ ص ۳۱۶، ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب صداق النساء ج ۲، ص ۶۰۷۔

اثنتی عشرۃ اوقیۃ[46]

عمر بن الخطاب کہتے ہیں: خبردار! عورتوں کا مہر زیادہ نہ باندھو۔ اگر زیادہ مہر باندھنا دنیا میں عظمت کا سبب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کا باعث ہوتا تو نبی اکرمؐ اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنی کسی بیوی اور بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا ہو۔

نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح حضورؐ سے کیا تو چار ہزار درہم مہر مقرر کیا۔[47] گو آپ کم مہر کو پسند فرماتے تھے لیکن اسے عورت کا حق قرار دیتے اور اسے ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ فرمایا:

من تزوج امرأۃ بصداق ینوی ان لا یؤدیہ فھو زان ومن ادان دینا ینوی ان لا یقضیہ فھو سارق[48]

جس نے عورت سے اس ارادے سے شادی کی کہ وہ اسے مہر ادا نہیں کرے گا وہ زانی ہے اور جس نے قرض اس نیت سے لیا کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ چور ہے۔

مہر کے بعد اہم چیز بیوی کے اخراجات کی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرمؐ نے اس سلسلے میں بھی اصولی تعلیم عطا فرمائی ہے:

عن حکیم بن معاویۃ عن ابیہ: ان رجلاً سأل النبیؐ ما حق المرأۃ علی الزوج قال ان یطعمھا اذا طعم وان یکسوھا اذا اکتسی، ولا یضرب الوجہ ولا یقبح ولا یھجر الا فی البیت۔[49]

حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شوہر پہ بیوی کا کیا

---

[46] ترمذی، کتاب النکاح باب ماجاء فی مھور النساء، ج ۱، ص ۱۷۵، ابوداؤد، کتاب النکاح باب الصداق ج ۲ ص ۱۴۲، نسائی کتاب النکاح باب القسط فی الاصدقۃ ج ۲ ص ۳۲۵، ابن ماجہ، کتاب النکاح باب صداق النساء، ج ۱ ص ۶۰۷۔

[47] ابوداؤد، کتاب النکاح باب الصداق، ج ۲، ص ۱۴۲، نسائی، کتاب النکاح باب القسط فی الاصدقۃ ج ۲، ص ۳۲۶۔ [48] "مشکوٰۃ المصابیح" ص ۲۸۱۔

[49] ابن ماجہ کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی الزوج ص ۵۹۳، ابوداؤد کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجہا ج ۲ ص ۳۲۹

حق ہے۔ آپ نے فرمایا جب کھائے تو اسے کھلائے، جب پہنے تو اسے پہنائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، اسے بُرا نہ کہے اور گھر کے سوا اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے۔

حضورؐ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ اشاعت و تبلیغ اسلام کے ہمہ وقتی کام نے معاشی جد و جہد کی کوئی صورت باقی نہیں رہنے دی تھی۔ اس لیے جو کچھ میسر آتا اسی میں گزر بسر ہوتی۔ فاقوں تک نوبت پہنچتی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے خود پیٹ بھر کر کھا لیا ہو اور ازواج مطہرات کو بھوکا رہنے دیا ہو یا کسی کے پاس وافر ہو اور دوسری چشم براہ ہوں۔ حضرت عائشہؓ حضورؐ کی محبوب بیوی تھیں۔ ان کی زبانی گھر کا نقشہ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے:

عن عائشۃؓ: قالت ما شبع آل محمد منذ قدم المدینۃ من طعام بر ثلاث لیال تباعًا حتی قبض[50]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب سے آپ مدینہ تشریف لائے۔ آل محمدؐ نے سیر ہو کر تین رات متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

عن عائشۃؓ: قالت ما اکل آل محمد اکلتین فی یوم الا احدھما تمر[51]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آل محمدؐ نے کسی دن دو کھانے نہیں کھائے۔ مگر یہ کہ ایک وقت چھوارے ہوتے تھے۔

عن عائشۃ: قالت کان یاتی علینا الشھر ما نوقد فیہ نارا انما ھو التمر والماء الا ان نوتی باللحیم[52]

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم لوگوں کو آگ جلائے ہوئے ایک ایک مہینہ گزر جاتا تھا۔ کبھی ہم صرف کھجوریں اور پانی استعمال کرتے تھے۔ اِلّا یہ کہ تھوڑا سا گوشت ہم لوگوں کے پاس آ جاتا تھا تو اس کو پکا لیتے تھے۔

ان حالات میں شکایت کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ چنانچہ جب ازواج مطہرات کی طرف سے بعض مطالبات ہوئے تو ارشاد باری ہوا:

---

[50] بخاری: کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبیؐ، ج ۴، ص ۸۷۔

[51] ایضاً [52] ایضاً

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝[۵۳]

اے نبیؐ۔ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور آخرت کو پسند کرتی ہو تو (تب تم کو بتایا جاتا ہے) کہ خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ اس واقعہ پر ازواجِ مطہرات کا ردِ عمل بیان کرتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے عادلانہ رویہ سے ازواجِ مطہراتؓ کتنی مطمئن تھیں:

عن عائشۃ: قالت خیرنا رسول اللّٰہ فاخترنا اللّٰہ و رسولہ فلم یعد ذلک علینا شیئاً[۵۴]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو پسند کیا۔ آپ نے اس اختیار کو ہمارے لیے علیحدگی میں شمار نہیں کیا۔

رسولِ اکرمؐ کی معاشی زندگی ایک استثنائی کیفیت تھی۔ اس کے باوجود آپؐ نے اہلِ خانہ کی کفالت کی حتی المقدور کوشش فرمائی اور امت کو عورتوں کے حقوق کی خصوصی وصیت کی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا:

عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص: حدثنی ابی انہ شھد حجۃ الوداع مع رسول اللّٰہ فحمد اللّٰہ و اثنی علیہ وذکرہ وعظ ثم قال "استوصوا بالنساء خیراً فانھن عندکم عوان۔ لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃٍ مبینۃٍ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع و اضربوھن ضرباً غیر مبرحٍ فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً۔ ان لکم من نساءکم حقاً فاما حقکم علی نساءکم فلا یطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون

---

۵۳ الاحزاب: ۲۸، ۲۹ ۔ ۵۴ بخاری کتاب الطلاق باب خیر نسائہ، ج ۳، ص ۸۹۳

الا وحقهن عليكم ان تحسنوا اليهن في كسوتهن و طعامهن ۵۵

سلیمان بن عمرو بن الاحوص سے روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ کے ہمراہ موجود تھے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت کی۔ پھر فرمایا "عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نصیحت قبول کرو۔ عورتیں تمھاری معاون ہیں تم اس کے سوا عورتوں کی کسی چیز کے مالک نہیں، بجز اس صورت کے کہ وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ان کی خوابگاہوں ہی میں چھوڑ دو۔ اگر پھر بھی نہ مانیں تو مارو، مگر سخت نہ مارو۔ اب اگر وہ تمھاری فرماں بردار ہو جائیں تو ان کو مارنے کے لیے کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارا حق تمھاری عورتوں پر ہے اور تمھاری عورتوں کا حق تم پر ہے۔ تمھارا حق تمھاری عورتوں پر یہ ہے کہ تمھارے بستروں کو کسی ایسے شخص سے پامال نہ کرائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور نہ تمھارے گھروں میں ایسے شخص کو آنے کی اجازت دیں، جنھیں تم پسند نہیں کرتے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح روٹی کپڑا دیا کرو اور احسان سے پیش آؤ۔

---

۵۵ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المرأۃ علی الزوج، ج ۱، ص ۵۹۴ - ترمذی، کتاب النکاح باب ما جاء حق المرأۃ علی زوجھا، ج ۲، ص ۵۳۸ -

---

پیغمبر انسانیت

از مولانا محمد جعفر پھلواروی

سیرت رسولؐ پر یہ ایک قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں صرف واقعات درج کر دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اس نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مراحل میں آنحضرت نے انسانیت اور اعلیٰ انسانی قدروں کی کس قدر محافظت فرمائی ہے۔

صفحات : ۸+۶۲۰ قیمت : /۱۰ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور